سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

کرسمس نمبر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
میکلیوڈ روڈ و حاطہ مستری محمد دین لاہور
پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم اے ایمپرس روڈ۔ لاہور } منیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب ہونا چاہئے۔ اور مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹرز ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۲	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء	نمبر ۵۱

نظم

از قلم مولٰینا نصیر الدین صاحب نصیر کرنالوی

یہ کم ہو گیا اثرِ وصفِ جلوۂ جاناں — کہ آج ہر ورق اخبار کا ہے نور افشاں
خزاں کا دور گیا موسمِ بہار آیا — فزوں ہے رونقِ گلزارِ عالمِ امکاں
مٹا ہے صفحۂ ہستی سے محو نقشِ الم — ہر اک بشر نظر آتا ہے خرم و شاداں
جہاں میں آج شہ دوسرا کی آمد ہے — گنہگاروں کے سر پہ ہو سایۂ یزداں
گلِ مراد سے دامن کو بھر دیا تو نے — دکھا کے جلوۂ دیدار اے شہِ جاناں
ہوا ہے لطف ترا جب کہ ہم پہ سایہ فگن — نہیں ہے خوفِ ستمہای گردشِ دوراں
لقب ترے ہیں حبیب و بشیر و حامیِ خلق — حبیبِ خالقِ یکتا و محرمِ انساں
بہارِ گلشنِ اکرام مخزنِ اسرار — خزینۂ گہرِ علم و معدنِ عرفاں
تو ہی ہے مصدرِ اکرام و رحمت و الطاف — تو ہی ہے منبعِ ایثار و بخشش و احساں
ترا وہ حسن منور ہے جس کے پرتو سے — خجل ہے چرخِ مدور پہ نیرِ تاباں
شفیعِ روزِ جزا ہے ترا وجود و کرم — ترا کرم ہے مداوای علتِ عصیاں
گدا و شاہ ہیں در پر ترے جبیں فرسا — تری نظر میں امیر و فقیر ہیں یکساں
جہاں میں تو اگر آتا نہ رہنما بن کر — گنہگاروں کو ملتی نہ دولتِ ایماں
ترے وجود کے شاہد ہیں سب کتابیں — ملک بھی عرش پہ ہیں تیرے تابعِ فرماں
ریاضِ قدس ترے قصر کا ہے صحنِ باغ — بلند چرخ سے ترا آستانۂ ایواں
تو وہ مسیح ہے فیاضیِ نفس نے تری — ہزار مرتبہ پھونکی ہے جسمِ مردہ میں جاں
اگر ترے لبِ جاں بخش کی کروں توصیف — زمینِ شعر سے جاری ہو چشمۂ حیواں
اگرچہ رو بہ تنزل ہے جسم کی صحت — مگر ہوں پھر بھی تری تہنیت میں خوش الحاں
زبس علالتِ پیہم سے تنگ آیا ہوں — فلک کی شعبدہ بازی سے سخت ہوں حیراں
کئے علاج ہزاروں مگر کھلا آخر — کہ غیر داروئے مرگ اور کچھ نہیں درماں
وہ اے ترا کرمِ خاص گر ہو شاملِ حال — نصیرِ خستہ جگر کی ہوں مشکلیں آساں

قصیدہ

در مدح خداوندِ خداوندان و سلطان السلاطین مسیح ابن اللہ

از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ حشمت تلمیذ عالیجناب شاعرِ شیریں مقال خاقانیِ ہند مولٰینا نصیر کرنالوی۔ مدظلہٗ

اے ز رفعت بارگاہِ جاہِ تو بر آسماں — ہست بر صحنِ جلالت فرش گستر آسماں
بہرِ خدمتگاریِ تو بر میانِ خویشتن — بستہ چوں زریں کمر از خطِ محور آسماں
پایۂ جاہِ تو از عرشِ بریں ہم در گذشت — چوں تو عالی مرتبت دیدہ است کمتر آسماں
گر قبول افتد ترا آید یک یک گہر نثار — بر فشاند از ثریا عقدِ گوہر آسماں
مے نماید ثبت از دستِ عطارد بہرِ — بس پئے تعظیمِ نامِ تو بہ دفتر آسماں
راست گویم پرتوے از رای صبح آرای تست — مے نماید کیں فروغِ مہرِ انور آسماں
سر بسر چوں سایہ افتد بر زمیں از بارِ آں — حلقۂ خود جا دہی گر یک زماں بر آسماں
از عتاب و قہرِ تو شایش بر روی زمین — مے سازد از حکمت سرِ موئی خلاف از آسماں
از جفا بشکستہ بالِ تیر پروازِ ہما۔ — مے دہد مورِ ضعیف و لنگ را پر آسماں

دستِ حسرت کوفتہ ہے گے چنیں اہلِ ہنر … گر نہ گردیدزمیں ساں سفلہ پرور آسماں
اے شفیعِ عاصیاں دستم بگیر از لطفِ خود … تا نسازد پائمالم ایں ستمگر آسماں
ہر کہ مے آرد بزیرِ سایۂ لطفت پناہ … کے تواند کرد بروے ظلمِ دیگر آسماں
نامِ ممدوح اندریں مدح از نگفتم نیست غم … بسکہ مشہور است در دوراں چو خور بر آسماں
بر ہمہ از ذرہ تا خورشیدے واتند نیک … کوسِ نامش کوفتہ در ہفت کشور آسماں
از تنزلش گشت بیت اللحم چو خلدِ بریں … کرد شرافت خاکِ او بگذاشت بر سر آسماں
خطۂ پایش پُر فضا گشت و بہار آرا چناں … کش کند نظارہ با صد چشم اختر آسماں
حشمت از صدقِ دل خود گن دعائے کیں زباں … گوید آمیں از زبانِ خود ملک بر آسماں
بوستانِ رحمت و لطفت بہار افزود باد
تا طلوعِ خور کند از برجِ خاور آسماں

آنخداوند مسیح کی آمد

نیلگوں آسماں زبرجد ہے … یہ زمیں سبزہ سے زمرد ہے
بہجت وانبساط بے حد ہے … ساعت سعد و وقتِ اسعد ہے
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

روح و رب خدای عز و جل … ہوا مولود جو بروز ازل
جس نے پیدا کئے ہیں دشت و جبل … نقطۂ ذات پاک انجیل
راہ حق زندگی کی آمد ہے

رب الافواج لشکروں کا خدا … پانوں کی چوکی ارض تخت سما
ابتدا میں کلام تھا رب کا … پیارا بیٹا اُسے خدا نے کہا
راہ حق زندگی کی آمد ہے

ذات اُس کی ہے لاشریک و سہیم … قابلِ سجدہ واجب التعظیم
ہے خدا آقا اور عجیب و قدیم … چشم بر راہ ہو بصد تکریم
راہ حق زندگی کی آمد ہے

پھنس گئے جب گنہ میں آدم زاد … مرمٹے کر کے زندگی برباد
حق تعالےٰ کو رحم آیا یاد … چاہئے اب گناہ گار رہوں شاد
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

گو کہ تاریک تھا جہانِ خراب … زندگی تھی ہر ایک جاں کو عذاب
ظلم شیطاں سے تھے بہت بیتاب … لیکن اب کشتِ دل ہوئی شاداب
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

پاک مستورہ ستودہ صفات … نام مریم مقدس اُس کی ذات
حمل میں اُس کی تھی جہاں کی نجات … دن نمایاں ہوا گذر گئی رات
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

آئیں غمگین دل گنہگار آئیں … رنج سے مضمحل گنہگار آئیں
توبہ کن منفعل گنہگار آئیں … فضل ہے متصل گنہگار آئیں
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

لاؤ جو کچھ کہ ہو تمہارے پاس … اُس کو منظور ہوگا بے وسواس
وہ تو ہم جنس ہے نہ کھاؤ ہراس … ہے سزاوار حمد و شکر و سپاس
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

منت آتا ہوں میں بھی گو ہوں لنگ … تیز رفتاری میں تو ہوگی درنگ
مجھ کو کرنا ہے اب دعائیہ چنگ … کیوں ہو امید سے مرا دل تنگ
راہِ حق زندگی کی آمد ہے

رباعی

دانائی کا آفتاب نور افشاں ہے … چترائی کا آفتاب نور افشاں ہے
تاروں کی طرح سب اسکے روپوش ہوئے … یکتائی کا آفتاب نور افشاں ہے

رباعی

تاریکیِ دھر میں اُجالا آیا … پستی میں جو تھا بلند و بالا آیا
منت نے سُنا یہ مژدۂ بانوشے پیام … خوش ہو کہ نجات دینے والا آیا

منجیِ عالم کی آمد
اور
سلطنت رُوم کی مذہبی حالت

منجیِ عالمین کی آمد کے وقت سلطنتِ روم کل مغربی مہذب ممالک پر حکمران تھی اور کُل دنیا اس کا لوہا مانتی تھی۔ لیکن اگرچہ بظاہر یہ سلطنت سرسبز اور شاداب تھی لیکن اس کی اندرونی حالت نہایت بُری ہو گئی تھی۔ خاص دار السلطنت روم میں مسلسل خانہ جنگیاں۔ قتل و خون۔ غارتگری۔ لوٹ مار۔ زناکاری عیش پرستی رشوت ستانی اور دیگر مخربِ اخلاق باتوں کا بازار گرم تھا۔ پُرانے زمانے میں یہ سلطنت انصاف و آئین کے لئے شہرۂ آفاق تھی اور اُس کے شہر کا نیکی اور خصلت کی



نور افشاں

مطبوعہ - ۱۹ دسمبر ۱۹۲۴ء

نور افشاں کے جملہ دوستوں کو عید کرسمس مبارک

ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ جس نے عید کرسمس کی خوشی اور شادمانی کا ہمیں ایک اور موقع دیا جس نے ہمیں مسیح موعود کی تشریف آوری کی خوشی میں شریک کیا کہ ہم سب ۱۹۲۴ کی مسیحی عید کی خوشی اور خرمی میں حصہ لیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ ہم نے ابن داؤد کے وسیلے سے سچ مچ نجات پائی۔ ہمارا خدا سے اور انسان سے صلح ہو گئی۔ ہم لعنتوں سے چھوٹ گئے جو ہمیں خدا اور انسان سے جدا کرتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے کہ جس نے صلح و سلامتی کے شہزادہ کی تشریف آوری کے۔ اس کی رہائی و خلاصی کے۔ اس کے وسیلے سے گناہ اور اس کی لعنت سے چھٹکارا پانے کے اس سال بھی گواہ دیئے ہیں۔ جو نور افشاں کے اوراق میں ہم سے کلام کر رہے ہیں۔ اس کی تشریف آوری کی خوشی میں وجد کر رہے ہیں۔ جو اپنے علم و تجربہ سے پکار رہے ہیں کہ بنی آدم کا نجات دہندہ صرف یسوع مسیح ہی ہے۔ ہم صدق دل سے ان صاحبان کی شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ جنکی گواہی نور افشاں کے اوراق کی زینت ہے۔

ہم دل سے یہ چاہتے تھے کہ جن دوستوں کے مضامین اور نظمیں کرسمس نمبر کے لئے ہمیں موصول تھیں سب درج اخبار ہو جاتیں۔ مگر عدم گنجائش نے ہمیں مجبور کر دیا۔ کہ ہم کل مضامین اور نظموں میں سے سب سے اچھے مضامین اور نظموں کو درج اخبار کریں۔ اس لئے جن صاحبان کے مضامین اور نظمی کلام اخبار میں درج ہونے سے رہ گیا ہو وہ ہمیں معذور سمجھیں۔

خداوند یسوع مسیح کی تشریف آوری کے متعلق مولینا مولوی **نصیر الدین** نیر کا ڈاکٹر **حشمت اللہ** صاحب حشمت کا پادری **برکت اللہ** ایم۔ اے کا۔ **ای۔ چارلس** بھٹی صاحب ایم۔ اے کا پادری آر۔ **ایم واعظ** کا۔ **کیدار ناتھ** منت صاحب کا۔ اگر ہو سکا تو مسٹر ول۔ این بھنوت صاحب کا کلام معجز نظام درج اخبار کرتے ہیں ہمیں قوی امید ہے کہ ہمارے ناظرین کرام خداوند یسوع مسیح کے ان عاشقوں کے پیغام میں صلح و سلامتی کے شہزادے کی آمد کے معانی و مطالب بخوبی سمجھ لینگے۔

ہمیں یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا ہے کہ ہمارے عزیز و پیارے مولینا مولوی نصیر الدین صاحب نیر سخت تکلیف میں ہیں۔ اُن کو کھانسی کے عارضے نے نہایت کمزور کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی نظم اسی تکلیف میں رقم فرما کر ناظرین نور افشاں کی ضیافت طبع کے لئے روانہ فرمائی ہے۔ ناظرین دعا کریں کہ خداوند ان کو اپنے جلال کے لئے صحت و شفا بخشے۔

آلٰہی تحفہ

۲۵ دسمبر ایک ایسا نرالا اور بے مثال دن ہے جبکہ مسیحی دنیا میں ہر کہ و مہ بے بہا خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے۔ خدا رسیدہ سے لیکر برائے نام مسیحی تک اس بیکراں بحر مسرت میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ ایک کے لئے بڑا دن پرمعانی اور نتیجہ خیز اور دوسرے کے لئے محض تیوہار اور دنیاوی شرکت کا دن۔ ایک کے لئے کایا پلٹ۔ دوسرے کے لئے گناہ عظیم کے ارتکاب کا سبب ناجائز طریق سے اظہار انبساط و مسرت۔ یعنی خدا کو خوشی کے دن ناراضگی کا سبب عمداً دینا۔ مسیحی دنیا کیوں نہ خوش ہو جوش مسرت میں آکر کیوں نہ سریلے سروں الاپے جائز رنگ راگ کیوں نہ ہوں ہینکڑوں روپیہ کا تصارف کیوں نہ کیا جاوے۔ بنی نوع انسان کے لئے اور کونسا مسرت انگیز واقع ہوگا خوش ہو اے مسیحی جماعت۔ اور خوشی کے نعرے مار۔ یہوداہ کے بیت اللحم میں تیرے لئے منجی پیدا ہوا۔

تیری کشتی زیست کے لئے جو گناہ کے غرقاب میں ڈوب رہی تھی۔ اس نے ایک تجربہ کار کشتی ران بھیج دیا۔ تیری زندگی کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اب بے فکر ہو جا ابدی نور آگیا۔ تیری بجھتی مشعل کو ہمیشہ کے لئے منور کریگا۔ تیری غلامی کے طوق کو تیرے گلے سے اتار پھینکیگا تجھے خرید کر ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیگا۔ تیری پیاس ہمیشہ کے لئے بجھائی جاویگی۔ زندگی کی روٹی سے تیری بھوک مٹائی جاویگی۔ تیرا بوجھ ہلکا کیا جاویگا۔ کیونکہ بھاری جوا اٹھانے والا تولد ہو گیا۔ بے فکر ہو جا اپنا بوجھ اس پر ڈالدے۔ اپنی کمزوریاں اس پر رکھ دے۔ اسی سے صلاح لے کیونکہ وہ ملک الشاہیر اور مدبر ہے۔ وہ حقیقی رہنما اور رہبر ہے۔ وہ تیرا خضر ہے۔ وہ تیرا مالک اور خالق ہے۔ تیرا رازق اور خادم ہے۔ تیرا محاسب اور دوست ہے۔ منصف المزاج اور رحیم ہے۔ انسان اور ذوالجلال ہے۔ غصہ ہونے میں دھیما اور رحم میں بڑھکر ہے۔ اس کا جھنجھلانا دائمی نہیں۔ وہ کامل بے خطا اور یکتا ہستی فی الحقیقت خدا نے ایک نادر تحفہ عطا کیا۔ ہمیں ایک بیٹا بخشا گیا۔

اے مسیحی تو اس کے عوض میں کونسا شکرانہ دیگا۔ کیا تو یہ کہیگا کہ اے خدا ہم تیرے شکر گذار ممنون ہیں۔ اس شکریہ کو انسانی الفاظ کما حقہ ادا نہیں کر سکتے۔ مسیح تو دنیا میں آیا اپنا بے بہا خون بہایا بیکراں محبت اور الفت ظاہر کی ہمارے درمیان ہماری مانند بن کر رہا۔ لعن طعن سبھی ہمارے لئے تونے کیا کچھ نہ سہا۔ واہ اے مسیح ابن داؤد تیری فیاضی واہ اے ابن آدم تیرا دوستانہ طرز عمل۔ تونے ہمارے

لے سب کچھ کیا اور کریگا۔ بس اس کے عوض میں کافی ہے کہ ہم تیرے نام سے کہلوائیں۔ لیکن مسیحی بننا بہت دشوار ہے۔ اور جو چاہے کرینگے لیکن مسیحی روش رکھنا بہت مشکل۔ تیرے موافق بننا غیر ممکن۔ اور سب کچھ کرینگے لیکن جو تحفہ تو مانگتا ہے وہ دینا بہت تکلیف دہ معلوم دیتا ہے۔ "مرضی" دینی ممکن نہیں۔ کیا تھوڑی سی تبدیلی ممکن ہوسکتی ہے۔ عبارت کا ہیر پھیر ہے "تیری مرضی نہیں بلکہ میری مرضی پوری ہو"۔ اسی طرح سے ہم دنیا کو بھی خوش کرسکتے ہیں۔

اے مسیحی ۱۹۲۷ء کے بڑے دن پر خدا کو مت ٹال اُن کو فراموش نہ کرنا تو دوست اور آشناؤں کو گوناگوں اور بیش قیمت تحائف نذر کرتا ہے کیا تو خدا کو اُس کا چاہتا تحفہ دینے کو تیار نہیں۔ اپنے دوستوں کو تحفے دیتے وقت تو اُن کی مرضی اور مذاق طلب کرتا ہے۔ کیا تو خدا سے دریافت نہ کریگا۔ کیا تو جانتا نہیں کہ خدا ایک چیز کو نہایت پسند کرتا ہے اگر اُس کو وہ ملجاوےگی تو وہ بڑا خوش اور مسرور ہوگا۔ "وہ تیری مرضی ہے" وہ چاہتا ہے کہ تیری مرضی نہیں بلکہ اُس کی مرضی پوری ہو۔ اگر تو ایسا کریگا تو تو مبارک ہوگا۔ یہ بڑا دن تیرے لئے تمام برکات سے معمور ہوگا۔ یہ تیرے لئے بڑے دن کا پیغام ہے کاش کہ بڑا دن تیرے لئے مبارک ہو۔

خادم ای۔ چارلس بھٹی۔ ایم۔ اے۔

غزل

اے شہنشاہِ دو عالم منجیِ با اقتدار
خالقِ ارض و سما و مالکِ با اختیار
چشمۂ آبِ بقا و منبعِ لطف و پیار
نیرِ نورِ خدا ملکِ بقا کے شہریار
ہے عامانوئیل جو اسم مبارک آپ کا
اسکے ایک ایک حرف سے سو سو صفت ہیں آشکار
عین سے عاصی کی معافی ہو تم ہی شانِ خدا
اور علاجِ دردِ عصیاں حامیِ ہر دو دیار
میم سے ہو مالکِ فردوس و منبعِ حیات
اور الف سے تم ہو آبِ زندگی کے جوئبار
نون سے نورِ دو عالم نیرِ حق نورِ نجات
واؤ سے والیِ ملک و مالِ زمیں تاجدار
یا سے تم بیٹے یہوواہ کے جلال و شان ہو
لام سے لختِ جگر نورِ نظر پروردگار
دو جہاں میں مصدرِ اوصافِ اعلیٰ بنگئے آپ
ہیں دو عالم کے شفیع و منجی و مختارِ کار
اے شہِ کون و مکاں اے خسروِ عالی وقار
ہے ترے دربار کا شیدا بھی ایک امیدوار

لوگاس پروفوریکاس

یعنی

کلمتہ المظہر

گذشتہ سے پیوستہ

یاد رہے کہ یونان کے قدیم فلاسفروں کے درمیان بھی اس مشکل سوال پر بہت مدت تک بحث ہوتی رہی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ ان فلاسفروں کی کوششوں کا جو ایلیاٹکس کہلاتے تھے اور جو لامحدود کی وحدت کو بلکہ ہر طرح کے امتیازات کو نہ ماننا چاہتے تھے۔ کیا نتیجہ ہوا؟ یہی کہ لوگ اس تصور کو کہ خدا ایک ایسی لامحدود ہستی ہے کہ جس میں کسی طرح کا امتیاز شخصی نہیں ہے۔ اور جو واحد مطلق ہے جس میں حرکت۔ علم۔ ارادہ اور عقل وغیرہ بھی پائی نہیں جاتی" چھوڑ کر یہ ماننے لگ گئے کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض ایک بے حقیقت نمود ہے اور کوئی چیز درحقیقت موجود نہیں ہے۔ یعنی وہ دنیا کی ہستی سے بھی منکر ہوگئے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے افلاطون اور اس کے بعد کے فلاسفروں نے اس بات پر زور دیا کہ خدا کا وہی تصور صحیح ہے کہ جس میں اُس کے ذاتی امتیازات کا عنصر موجود ہو۔ اس سے اسطوئیقی فلاسفروں اور فیلو کی تعلیم متعلق لوگاس پیدا ہوئی۔ اسی طرح موجودہ زمانہ کی جو اعلےٰ تحریکیں ہیں اُن کا کلیۃً یہی خیال ہے کہ ذاتِ الٰہی میں ذاتی امتیازات موجود ہیں۔

پس صاف ظاہر ہے کہ جس طرح بائبل مقدس خدا کی ذات کا مکاشفہ بخشتی ہے وہ بالکل فلسفہ کے مطابق بھی صحیح اور درست ہے۔ خدا کی کئی صفات ہیں جنکو انسانی کے لئے دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اور جنکو محاورہ انسانی میں بالنسبت اور ذاتی کہہ سکتے ہیں۔

(۱) بالنسبت:۔ ایسی صفات جو کہ با اعتبار نسبت خلقت اس میں پائی جاتی ہیں۔ جیسے رازق۔ عادل وغیرہ

(۲) ایسی صفات جو کہ واجب تعالیٰ کی ازلی ذات کا بیان کرتی ہیں۔ اُن کو ہم صفات ذاتی کہتے ہیں۔ جیسے خدا محبت ہے۔ خدا نور ہے۔ خدا روح ہے۔ ان تینوں ذاتی صفات سے باقی کی کل صفات صادر ہوتی ہیں۔

اس وقت ہم پہلی قسم کی صفات کو چھوڑ کر دوسری قسم کی صفات ذاتی پر بحث کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی ذات واحد میں باطنی اور اندرونی امتیازات پائے جاتے ہیں۔ اور یہی عقیدہ تمام مذہب سے افضل ہے۔

(۱) خدا رُوح ہے جناب باری تعالیٰ کی ذات کا یہ اظہار خداوند مسیح نے فرمایا اور اُن کا یہ بیان مکاشفہ کے عالم میں لاثانی اور عقیدہ اکمل ہے۔ خدا رُوح ہے۔ اس سے کیا مُراد ہے؟ اس امر کو سمجھنے کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ موجودات کی تفصیل دو ہی طرح سے ہوسکتی ہے۔ یعنی رُوح اور مادہ دُنیا میں جس قدر اشیا موجود ہیں۔ وہ تمام رُوح اور مادہ کے زمرہ میں شامل ہیں مادہ ہیولےٰ کو کہتے ہیں اور اس میں ابعادِ ثلثہ یعنی طول

عرض عمق اور وزن ہوتا ہے اور وہ خود بخود حرکت نہیں کرتا بلکہ ساکن رہتا ہے لیکن رُوح میں حیات۔ غور۔ فکر۔ ارادہ اور حرکت کی قوت ہو وہ از خود متحرک ہوتی اور مادہ کو حرکت دیتی ہے۔ مادہ کثیف ہے لیکن روح لطیف ہے۔

خدا تعالےٰ کی شان میں جب لفظ روح کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ مادہ کثیف سے منزہ ہے۔ اُس کو وسعت۔ طول وعرض وعمق اور وزن کی ضرورت نہیں۔ وہ فاعل ذی ہوش اور صاحبِ علم وارادہ وحکمت ہو۔ اُس کی ذات لطیف ہو۔ اس سے صرف یہی مراد نہیں کہ اُس کا وجود مادی یا ہیولانی نہیں ہے بلکہ یہ بھی مقصود ہے کہ وہ سب پر محیط ہے۔ وہ ذات لطیف ہر موجودات کو محصور کئے ہوئے ہے۔ وجود مادہ بجز اس کے وجود کے قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ اُس کو سنبھالتا اور اس میں رہتا ہے اور یوں اس کی حیات کا موجب بنتا ہے۔ وہ مادہ پر محیط ہے اور مادہ میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی اس سے محدود نہیں ہو جاتا۔

جناب باری تعالیٰ کا یہ ذاتی تصور تیاسی تفریق اور تقریب کے عیوب ونقائص سے پاک اور منزہ اور اُنکی خوبیوں سے ممتاز اور مشرف ہے۔ اس قیاس کے مطابق خدا خلقت سے لاپروا اور دور نہیں۔ وہ ایسا خدا نہیں جو کہیں عالم غیب میں کسی تخت یا عرش یا مکان میں بیٹھا ہو۔ اور اُس کا صرف کوئی جلوہ اس دنیا تک پہنچتا ہو مسیحی تصوُر خدا اس عیب سے پاک ہو۔ کیونکہ اس اعتبار سے خدا ہر وسعت میں موجود ہے اور پھر بھی اس سے محدود نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ وہ روح ہے۔ خیال روح میں تین تصور ہیں (۱) غیر جسمانیت (۲) لازم انقسام کیونکہ انقسام خاصہ مادہ ہے۔ (۳) عدم رویت۔ کیونکہ محض ہیولانی اشیاء انسان کے دیکھنے میں آسکتی ہیں اور صرف مادی چیزیں انسان کی بصارت وبینائی کا مقصد اور غرض ہوسکتی ہیں۔

جب جناب باری تقدس وتعالیٰ کو روح تسلیم کر لیا جائے تو روح مقتضی علم۔ عالم اور معلوم کی ہے۔ اور یہ تعلقات ثلٰثہ ہیں علم بحیثیت عالم اور معلوم پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک جاننے والا ہے۔ اور دوسری وہ شے جو جانی گئی ہے۔ لیکن اہلِ فلسفہ علم کی اُس بلند منزل کا ذکر بھی کیا کرتے ہیں جہاں عالم اور معلوم کا امتیاز درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور وہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُن کے بیان سے کوئی بات ذہن میں نہیں آتی۔ کیونکہ جس علم کو ہم علم کہتے ہیں وہ صرف وہ علم ہے کہ جس کے وسیلے سے جاننے والا اپنے آپ کو کسی دوسرے سے جو اُس کا غیر ہے امتیاز کرتا ہے اور پھر اس امتیاز کے وسیلے اپنا اور اپنی حالتوں اور طاقتوں کا علم حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنا علم (خود شناسی کا علم) بیرونی دنیا کے وسیلے حاصل ہوتا ہو۔ اسی بنا پر بعض اشخاص کا قول ہے کہ خدا بھی اپنا علم خارجی دنیا کے وسیلے سے حاصل کرتا ہے۔ اُن کے خیال میں خارجی دنیا خدا تعالےٰ کی خود شناسی کے دائرہ میں وہی درجہ رکھتی ہے جو کہ یہ اس بات کے متعلق مسیحی الہیات میں رکھتا ہے۔

لیکن اس خیال پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں

(۱) اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالےٰ خارجی دنیا کا محتاج ہے۔ کیونکہ اگر خارجی دنیا کا تصور ازل سے نہ ہوتا تو اُسکو اپنا علم نہ ہوتا۔

(۲) چونکہ وہ چیز جس کا علم ذاتی علم کے حصول کا وسیلہ ہے ایک ایسی چیز ہے جو آپ شروع سے موجود نہیں بلکہ تصور ہی موجود ہے۔ لہذا وہ شے ذات آلٰہی کی خود شناسی کا وسیلہ نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ بات راست ہو کہ اپنا علم بغیر دوسری شے کے حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر ایک ازلی شے کے علم کے لئے حادثات شے کے محض تصور کو ایک وسیلہ ٹھہرانا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ارنسٹ ہیکل

مشہور سائنسدان وہریہ کی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جو اس خیال کو کہ "میں دُنیا بناؤنگا"۔ ذات آلٰہی کی خود شناسی کا وسیلہ نہیں ٹھہراتا۔ بلکہ اس کے خیال میں دنیا ازل سے ہے۔ کیونکہ اگر ازل سے نہ ہوتی تو خدا اپنے آپ کو کس طرح پہچانتا؟

(۳) لیکن دنیا تو محدود ہے۔ لہذا ایک لامحدود ہستی کی خود شناسی کا وسیلہ نہیں ہو سکتی۔

(۴) آخری اعتراض یہ کہ دنیا ایک ایسی شے ہے کہ جو شخصیت نہیں رکھتی۔ لیکن خدا شخصیت رکھتا ہے شخصیت سے مراد ایک ایسی ہستی ہو جو کہ علم۔ ارادہ۔ حکمت اور قدرت رکھتی ہو۔ مگر شخصیت بھی اپنے آپ کو کما حقہ پہچان نہیں سکتی۔ تاوقتیکہ میں کے مقابل تو نہ ہو یعنی جب تک خود کو اپنا جواب دوسرے خود میں نہ ملے تب تک شخصیت کے راز شخصیت رکھنے والے پر پوشیدہ رہتے ہیں۔

پس ان چارگانہ اعتراضوں کے ذریعہ سے ہم اب نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ خدا کی خود شناسی اشیای خارجی مثلاً دنیا وغیرہ پر موقوف نہیں ہو۔ لہذا اُس کا وسیلہ خود ذات آلٰہی میں موجود ہونا چاہئے۔ اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ ہی میں امتیاز کا ہونا ضروری ہے۔ پس ذات باری کی خود شناسی کا وسیلہ ذاتِ آلٰہی کے اندر ہی پایا جائیگا۔ اور وہ وسیلہ نہ محض تصور ہوگا نہ محدود۔ اور نہ غیر شخصی۔ بلکہ وہ ایک ایسا وسیلہ ہوگا کہ جس میں خدا تعالےٰ اپنی شخصی صورت کا کامل اظہار فرمائیگا جس کی بابت کلام آلٰہی نے یہ شہادت دی ہے۔ کہ وہ (مسیح) خدا کے جلال کی رونق اور اس کی ماہیت کا عکس ہے۔

(۳) خدا نور ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کا یہ بیان بھی خداوند یسوع مسیح کے وسیلے بنی آدم کو عطا ہوا ہے خدا نور ہے۔ اس سے کیا مُراد ہے؟ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ کوئی شعلہ یا آگ ہے بلکہ اس سے

خاص دو باتیں مراد ہیں۔ اوّل خدا کی سیرت کا بیان نور سے کیا گیا ہے۔ اور اس سیرت کا خاصہ اُس کی **قدوسی** ہے۔ عالم مرئی میں نور سے بڑھ کر اور کوئی شے زیادہ لطیف اور پاک نہیں ہے۔ اسی سبب سے خدا نور کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ قدوس ہے اور اُس میں تاریکی مطلق نہیں۔ یعنی گناہ کا امکان تک بھی اُس میں نہیں ہے۔ خدا کے نور ہونے میں مندرجہ ذیل امورات شامل ہیں۔

(۱) عقلی نور۔ جس سے دانش مطلق اور علم نکلتے ہیں۔

(۲) اخلاقی نور۔ اس میں صداقت وحقیت مطلق شامل ہیں اور جس سے صفت عدلِ مطلق اور پاکیزگی مطلق بطور نتیجہ نکلتی ہے۔

خدا کے ظہور کا بیان نور سے مقصود ہو۔ خدا نور ہے۔ اس سے بھی تعلقاتِ ثلثہ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ نور مقتضی منظر اور مظہر اور ظہور کا ہے۔ نور کا خاصہ ہے کہ ظاہر ہو۔ وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتا جہاں نور ہے۔ وہاں اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ ذاتِ الٰہی کی بھی یہی کیفیت ہے اس میں ظہور کا ملکہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے تئیں ظاہر فرماتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے تو ہم اس کی بابت بالکل بے خبر اور بے علم ہونگے۔ اُس کی ذات کا علم اسی لئے ممکن ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔

خدا کا ظہور اول باطنی ہے۔ جب عالم موجود نہیں تھا خدا کا نور موجود تھا۔ خدا ازل میں اپنے آپ کو ظاہر فرماتا اور جس پر وہ ظاہر فرماتا تھا وہ اُس کا مظہر تھا۔ وہ مظہر خدا کی عین ذات ہی میں تھا۔ اور اس لئے یہ ظہور باطن میں تھا۔ اسی مظہر کے ذریعہ سے خدا کا ظہور باطن سے خارج میں ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خارجی چیزیں موجود ہوئیں۔ اسی مظہر نے خارجی موجودات کو خلق کیا۔ تمام چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔ اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہ ہوئی۔ اُس میں زندگی تھی۔ اور وہ زندگی انسان کا نور تھی۔ یہ مظہر اللہ۔ یہ ذات الٰہی میں ظہور کا ملکہ خداوند مسیح ہے جو ازل سے ذاتِ الٰہی میں موجود تھا جسکے ذریعہ عالم بنا۔ اور وہ اس کے جلال کی رونق اور اُس کی ذات کا نقش ہے۔ وہ نور سے نور۔ حقیقی خدا سے حقیقی خدا۔ مصنوع نہیں بلکہ مولود ہے۔ اُس کا اور باپ کا ایک ہی **جوہر** ہے۔

(۳) **خدا محبت ہے**۔ اس تقسیم میں خدا تعالیٰ کی رحمت وفضل کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ فضل و رحمت محبت کی خاص صورتیں ہیں۔ جو چند حالات میں بوجہ چند شرائط کے ظہور میں آتی ہیں۔ جبکہ محبت ہے تو اس سے بھی تعلقاتِ ثلثہ ثابت ہوتے ہیں۔ خدا کا یہ ذاتی تصور مقتضی محبت محب اور محبوب کا ہے۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ الٰہی محبت کیا ہے؟ تو ہم کو بلا چون و چرا تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ کہ الٰہی محبت کی موجودگی کے لئے بھی ذاتِ الٰہی میں امتیاز کی ویسی ہی ضرورت ہو جیسی کہ اُس کی خود شناسی اور وقوف نفسی کے لئے۔ خدا محبت ہے لیکن محبت سے مُراد اپنے آپ کو دوسرے پر ظاہر کرنا ہے کیونکہ محبت بغیر محبوب کے ہو ہی نہیں سکتی۔ پس اگر خدا محبت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ازل ہی سے اُس کا محبوب بھی موجود ہے۔ مگر یہ محبوب دنیا نہیں ہو سکتی۔ نہ تو تصور کے لحاظ سے اور نہ اپنے حقیقی وجود کے اعتبار سے۔ اگر بالفرض کائنات خدا کا محبوب ہو تو خدا دنیا کا محتاج ٹھہرتا ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کامل و اکمل محبت اپنی ہی ذات میں رکھتا ہے۔ اور اپنی معموری اور بھرپوری میں سے دنیا کو پیار کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا ایک محدود شے ہے۔ پس وہ کسی صورت سے بھی خدا تعالیٰ کی لامحدود محبت کا محبوب نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا ابد تک محبت ہے تو لازم ہے کہ اس کی محبت کا کامل اور ازلی محبوب بھی اُسی میں موجود ہو اور بائبل مقدس اسی قسم کا ازلی محبوب **لوگاس** **پروفوریکاس** پیش کرتی ہے۔ جس کا نام بائبل کی اصطلاح میں **ابن اللہ** ہے۔ جب ہم روح القدس کے وجود اور شخصیت کو جو باپ اور بیٹے کی محبت کا وسیلہ اور رشتہ ہے قبول کر لیتے ہیں تو ذات الٰہی کا تصور پورا ہو جاتا ہے۔

اس مسئلہ یا تعلیم کی خوبی کو اور زیادہ معلوم کرنے کے لئے ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہئے۔ کہ اگر یہ مسئلہ صحیح نہیں بلکہ برعکس اس کے خدا کی وحدت محضہ کا خیال صحیح ہے تو پھر خدا کی محبت کا کیا حال ہوگا۔ اگر بالفرض خدا میں امتیازات شخصی نہیں پائے جاتے تو اُس کا محبوب ازل سے سوائے خود کے اور کوئی نہ رہا اور اس حالت میں موجودات میں وہ محبت جو ہمیں معلوم ہو رہی ہے نہ رہی۔ یعنی محب کی محبت کا محبوب پر عائد ہونا باقی نہ رہا۔ بلکہ اس کے عوض میں ایک ایسی واحد مطلق ہستی رہ گئی جو محض اپنے آپ کو پیار کرتی ہے۔ اور بس۔ پس اس صورت میں ہم کو ماننا پڑیگا کہ خدا کی محبت کا محبوب ایک محدود دنیا ہے یا برعکس اس کے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا کی لامحدود ذات ہی میں اُس کا محبوب موجود ہے۔ اور یہی اعتقاد ثالوث مقدس کا اعتقاد ہے۔

اس اعلیٰ تعلیم کی قدر ومنزلت اور وقعت اخلاقی صورت میں اُس وقت ظاہر ہوتی ہے کہ جب ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس پاک اور قدوس ہستی کے ساتھ **رفاقت** رکھ سکتے ہیں۔ جو کہ خود اپنے ہی رفاقت کا اصول رکھتی ہے۔

پس مندرجہ بالا وجوہات سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ لیکن اُس کی وحدت میں کثرت موجود ہے۔ ذاتِ الٰہی جامع جمیع صفات ہے اور یہ اوصاف اُس کی ذات سے غیر نہیں۔ لہٰذا صفات کی کثرت ذات ہی کی وحدت میں سے



اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کی وحدت اعتباری ہے یعنی ایک اعتبار سے تو وہ واحد کہلاتا ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ واحد نہیں کہلاتا۔ اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ ذات کے اعتبار سے وہ واحد ہے اور صفات کے اعتبار سے وہ واحد نہیں ہے۔

توحید کا اطلاق ذات الٰہی پر ہوتا ہے۔ اور اسکی وحدت میں کثرت موجود ہے اور یہ کہ خدا کی ذات واحد میں باطنی ذاتی تعلقات موجود ہیں۔ لیکن یہ تعلقات موجود ہیں۔ لیکن یہ تعلقات خارج سے اس کی ذات میں ملحق نہیں کر دئیے گئے۔ اس لئے شرک کا خیال ذات الٰہی کی اس اندرونی کیفیت سے ہزاروں کوس دور ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ الوہیت میں تینوں امتیازات یا اقانیم ہم ماہیت ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ ان ہر سہ اقانیم کی ذات یا ماہیت ایک ہی ہے اور وہ غیر مقسوم و لامفروق ہے۔ اقانیم ثلثہ ذات اور نیچر میں متحد اور حیثیات میں متکثر ہیں اور حیثیات کا تکثر ذات واجب تعالیٰ میں ثابت ہے۔ کیونکہ اگر صفات متعددہ سے اتصاف ذات باری تعالیٰ کا صحیح ہے تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جو ارتباط واجب تعالیٰ کو اپنی ایک صفت کے ساتھ جس حیثیت سے حاصل ہے بعینہٖ وہی ارتباط اُسی حیثیت سے دوسری صفات کے ساتھ نہیں ہو سکتا ورنہ کثرت صفات کی **نفی** لازم آئیگی۔ یعنی جبکہ سمع و بصر و علم و ارادہ وغیرہ متعدد صفات کا مفہوم واحد نہیں ہے تو خدا تعالیٰ کے سمیع و بصیر و علیم و مُرید ہونے کا مفہوم بھی واحد نہیں۔ اور اس کا سمیع ہونا اسی حیثیت سے نہیں جس حیثیت سے کہ وہ بصیر و علیم و مرید ہے پس جب تعدد حیثیات ذات واجب تعالیٰ میں ثابت ہوگیا۔ تو حیثیات کے تغایر سے مسئلہ تثلیث فی التوحید ناقص نہیں ٹھہرا۔ کیونکہ یہ تغایر از قسم تماثل یا تقابل نہیں کہ مستلزم نقص ہو۔ اس لئے کہ استغنائے توحید کا نقص انہی میں یعنی تغایر متماثلین و متقابلین ہی میں متصور ہوتا ہے۔ تغایر متلازمین وحدتِ ذاتی کے منافی نہیں ہوا کرتے۔

یاد رہے کہ تثلیث حقیقی ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تثلیثِ حقیقی و وحدت حقیقی کا اجماع محال ہے تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ محلِ واحد میں اجماع محال ہوا کرتا ہے۔ لیکن مسیحی عقیدہ کے بموجب وحدت حقیقی ذات میں ہے اور تثلیث حقیقی اقانیم میں یعنی ہم ذات واجب تعالےٰ کو بحیثیتِ ذات **واحد** مانتے ہیں اور بحیثیت اقانیم **ثالوث**۔ اجماع تب ہی لازم آتا ہے جبکہ ذات ہی میں واحد و ثالوث یا اقانیم ہی میں واحد و ثالوث دونوں حقیقی مانیں۔

ان اقانیم کو حادث نہ سمجھنا چاہئیے۔ کیونکہ عقیدہ مسیحی کی رُو سے تثلیث فی التوحید سے ذاتِ واحد واجب تعالیٰ میں تین اقانیم مراد ہیں نہ کہ تعدد و تکثر الہات۔ یا تین ذوات میں مشارکت و مماثلت کثرت مطلق اس عقیدہ کا صحیح مفہوم نہیں۔ بلکہ کثرت فی الوحدت اور یہ وحدت وحدت ذاتی ہے۔ وحدتِ نوعی۔ وحدت عددی۔ وحدتِ جنسی نہیں۔ اس لئے وجوب اقانیم عین وجوب ذات ہے۔ نہ کہ اس کا ماسوٰی پس جب تعدد واجبات ہی نہیں تو شرکت فی الوجوب محال ہیں اور تعین مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک بھی نہیں ہے توحید و تثلیث اعتبارات ہیں۔ انکو قابلیت جُزو ہونے کی نہیں۔ اس لئے انکی حقیقت و اعتبار پر ترکب کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ تعلقات ذاتی ہیں۔ اور چونکہ یہ ذاتی ہیں۔ لہٰذا اُس کی ذات واحد ہونے کی وجہ سے توحید کو مخل نہیں۔ بلکہ یہ تو توحید ہی کی اندرونی کیفیت ہے۔ اسی کا نام **ثالوث مقدس** ہے۔ کیونکہ یہ ذاتی تعلقات اور باطنی امتیازات ثلثہ ہیں جس طرح واجب تعالیٰ ذات کے اعتبار سے واحد اور صفات کے اعتبار سے واحد نہیں۔ بلکہ صفات کے اعتبار سے اُسکی وحدت میں کثرت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح ذات کے اعتبار سے اُس کی توحید کا خیال اور باطنی ذاتی تعلقات کے خیال سے اس توحید میں تثلیث کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور جس طرح اُس کے صفات کی کثرت اُسکی ذات کی وحدت کو مخل نہیں۔ اسی طرح یہ باطنی امتیازات ثلثہ اُس کی وحدت کو مخل نہیں ہو سکتے۔ یعنی نہ تو تکثیر اور نہ تثلیث توحید کی ضد ہے۔

الغرض تثلیث کا تعلق ذات خدا سے ہے۔ وہ ذاتِ واحد ہے۔ لیکن اس واحد کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ انکشاف اول باطن ہی میں ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس ذات الٰہی میں باطنی تعلقات اور نسبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ نسبت تعلقاتِ ثلثہ ہے۔ جسکو انجیل مقدس کی اصلاح میں آب۔ ابن اور روح القدس کہا ہے۔ اس صداقت عظیم کو دین مسیحی کی الٰہیات کی اصطلاح میں **ثالوث اقدس** کہتے ہیں۔ مسئلہ تثلیث ہی مسئلہ توحید کی حقیقی تشریح و تفسیر ہے اور اس کا مفسر خداوند یسوع مسیح ہے جس نے اس راز الٰہی کو دنیا پر منکشف کیا اور خدا تعالےٰ کو سب پر ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں دین مسیحی ہی ایک ایسا سچا اکمل . . . مذہب ہے کہ جو توحید اور تثلیث دونوں کا قائل ہے۔ یعنی وہ خدا کی ذاتِ واحد کی بیرونی اور اندرونی ہر دو کیفیتوں کا علم رکھتا ہے۔ اور وہ اس امر کی ہرگز تعلیم نہیں دیتا کہ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا اور نہ اس کے بانی کا یہ مقولہ ہے کہ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اور نہ اُسکی ذات پر غور کرنے والے کو کافر کہتا ہے۔ (باقی باقی)

حشمت

ناظرین کو کرسمس مبارک ہو

دیکھ اب سے لیکر ہر زمانہ کے لوگ مجھکو مبارک کہینگے

لوقا ۱ : ۲۸

مقدسہ مریم کی پست حالی اور غریبی پر جب ہم سوچتے ہیں کہ وہ غریب۔ سرائے میں ایک غریب الوطن مسافر زچہ خانہ اصطبل۔ تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو مبارک کہتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ میں فرزند خدا کی والدہ ہوں منجی عالمین کی ماں ہوں۔ اس لئے میں مبارک ہوں۔ اُس کی سرفرازی کا بھید اُسکی خاکساری اور فروتنی ہے۔ باوجودیکہ فرشتے نے اُسے کہا کہ مسیح تیرے وسیلے دنیا میں آتا ہے۔ یہ سُنکر وہ غرور نہیں کرتی۔ مگر کہتی ہے کہ خداوند کی باندی۔ وہ اپنی پست حالی پر فخر کرتی ہے۔ رسول پولوس بھی اپنی کمزوریوں پر فخر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں کمزور ہوں۔ تب ہی زورآور رہوں۔ مقدسہ والدہ واقعی مبارکبادی کی حقدار ہے۔ ہر زمانہ کے لوگ اُسے مبارک کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ ایسا فرزند کسی ماں نے نہ آجتک جنا نہ کوئی جنیگی۔ مبارکبادی کا وہی مستحق ہو جو دوسروں کیواسطے زندگی بسر کرے۔ مریم مقدسہ نے ایسا فرزند جنا جس نے عالمین کے واسطے اپنے آپ کو قربان کیا۔ ایسے مبارک فرزند کی والدہ کیوں نہ مبارک ہو۔ ایک موقعہ پر بڑی حسرت سے ایک عورت نے بھرے مجمع میں خداوند کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ مبارک ہو وہ پیٹ جس میں تو رہا۔ مبارک ہیں وہ چھاتیاں جن سے تو نے دودھ پیا۔ مقدسہ مریم جب اپنی پست حالی کے ساتھ اپنی سرفرازی کو دیکھتی ہو تو بے اختیار اپنے آپ کو مبارک کہتی ہو۔ یہ سچی اور اصلی مبارکبادی اُس کا حق ہو۔

جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ کسی کو عہدہ ملے۔ ترقی ہو۔ دولت ملے۔ زمین ملے تو مبارکباد کہتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ ہم جو کرسمس پر ایک دوسرے کو مبارکبادی دیتے ہیں یہی کرسمس کہتے۔ ہم کو کیا ملا ہے مسیح خداوند کی پیدائش سے جو برکات خدا نے بنی آدم کو بخشی ہیں۔ اگر اُن کے حصہ دار ہم بھی ہو گئے ہیں تو سچ مچ مبارک ہیں۔ بلکہ دنیوی شان و عزت کے مقابلہ میں ڈبل مبارکبادی کے حقدار ہیں خداوند فرماتا ہے کہ جو قوم نہیں میں اُسکو اپنی قوم کہونگا۔ وہ میرے بیٹے اور بیٹیاں ہونگے۔ رومی ۹ : ۲۵ -

اب اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا مقابلہ گذشتہ حالت سے کریں تو ہم بھی دل سے مقدسہ مریم کو مبارک کہینگے جس کے بیٹے کی طفیل ہم جو رذیل کمینے تھے۔ خدا کی قوم ہو گئے۔ ہم جو دنیا میں کوڑا کرکٹ تھے۔ حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ آج ہم کو خدا کی قوم کہلانے کا فخر ہے۔ جب میں موجودہ کلیسیا کی حالت کو دیکھتا جو پنجاب میں ہے تو رسول پولوس کے فرمان پر قربان ہوں۔ وہ فرماتا ہے اے بھائیو اپنے بلائے جانے پر نگاہ کرو کہ جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم بہت سے اختیار والے۔ بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے۔ بلکہ خدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دنیا کے کمزوروں کو چن لیا کہ زورآوروں کو شرمندہ کرے۔ اور خدا نے دنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ موجودوں کو نیست کرے۔ تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے لیکن تم اُس کی طرف سے مسیح یسوع میں ہو جو ہمارے لئے خدا کی طرف سے حکمت ٹھہرا۔ یعنے راستبازی اور پاکیزگی اور مخلصی۔ تاکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہو کہ جو فخر کرے وہ خداوند پر کرے ۱ قرنت ۱ : ۲۶ - لوگ کوڑے اور میلے کتے سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ مگر ہم سے نفرت کرتے تھے۔ ہمارے سایہ سے بھاگتے تھے آج ہم قوم ہیں اور معزز قوم ہیں۔ تعلیم یافتہ قوم ہیں۔ آج وہی لوگ جو ہم سے نفرت کرتے تھے ہم سے ہاتھ ملانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ کیا مقدسہ مریم مبارک نہیں جسکی طفیل آج ہم مبارک ہیں۔

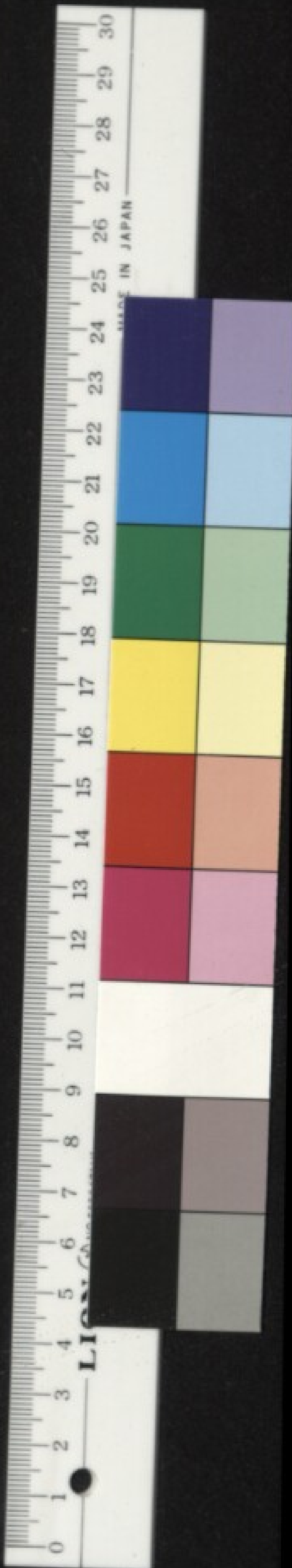
لاہور کے ایک اخبار میں ایک کارٹون چھپا تھا۔ ایک چوکے میں ایک سکھ ایک برہمن بیٹھے ہوئے روٹی کھا رہے ہیں۔ ایک طرف کُتّا چوکے میں کھیر کی تھالی چاٹ رہا ہے۔ ایک مہتر سامنے آگیا۔ اُسکی شامت آگئی۔ ان دونوں نے اس کو خوب گالیاں دیں اور کہا کہ دُور ہو جا تو نے ہمارا کھانا بھرشٹ کر دیا۔ وہ بیچارا چلا جاتا ہے۔ اُس کے نیچے دوسرا کارٹون دیا گیا کہ وہی مہتر عیسائی ہو گیا اور صاحب بہادر بن گیا۔ وہی سکھ اور برہمن اُس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔

یہ کارٹون اگرچہ ہنسی معلوم ہوتا ہے مگر ہے سچ۔ یہ عہدہ یہ درجہ۔ یہ شان مقدسہ مریم کی بدولت ہمارے نصیب ہوئی۔ ہم مبارک ہیں کہ جو لوگ ہم کو کتوں سے بدتر سمجھتے تھے آج ہماری عزت کرتے ہیں۔ یہ تو ہماری قومی شان ہو گئی۔

اس سے بڑھکر جو شان ہماری ہے وہ ابدی ہے۔ ہم گناہگار۔ پلید نجس۔ ناپاک گندے اور گھنونے تھے بت پرست۔ خدا کی درگاہ سے مردود تھے۔ کرسمس کی طفیل پاک ہو گئے۔ ہم بت پرست تھے خدا پرست بن گئے خُدا سے دُور تھے ہم کو خدا مل گیا۔ آج وہی شخص الحق مقدسہ مریم کے ساتھ اس مبارکبادی کا حقدار ہے جسکو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مجھے خدا مل گیا۔ نجات مل گئی۔ میں اب خدا کا فرزند ہوں۔ میں جو پہلے غلام تھا اب آزاد ہوں۔ مقدسہ مریم اپنا پہلوٹھا بیٹا جنی جس کی طفیل ہو کر ہم بھی اُس کے فرزند ہیں۔ سو اب سے لیکر ہر زمانہ کے لوگ کلیسیا کو مبارک کہینگے۔ کیونکہ اسی سے تمام گھرانے برکت پاتے ہیں۔ آؤ ہم ملکے اسکی حمد کریں۔

شہرہ ہے آسمان پر میرے کلام کا
لکھتا ہوں وصف دونوں جہاں کے امام کا

عرش بریں پہ کیوں نہ زمیں کا دماغ ہو
اُس پر ورود ہوتا ہے عالی مقام کا



افلاک پر فرشتوں کی فوجیں ہیں اُڑ رہی
مولود پاک ذات ہے کس احتشام کا

دونوں جہان آج ترانے ہیں گا رہے
میلاد ہے مسیح ذوالاحتشام کا

میلاد کے ہوں جشن خوشی سے جہان میں
دورہ تمام ہوگیا ماہ صیام کا

کھاؤ پیو مزے کرو اے طالبان حق
ہم کو نشہ ملا ہے محبت کے جام کا

زندہ یسوع کے نام سے ہر ذی حیات ہے
یہ نام میرا ورد ہے ہر صبح و شام کا

وہ مالک حیات ہے دیتا ہے زندگی
مرتا کبھی نہیں ہے محب اس کے نام کا

راہ و حیات اور قیامت ہے حق وہی
ہے انتظار مُردوں کو قُم کے پیام کا

طالب یسوع کا ہو تجھے حق کا وصال ہو
اس کے بغیر جینا ہے مرنا حرام کا

واعظ کو پیر حق کا ملا ہے خطاب آج
یہ جاہ و مرتبہ ہے یسوع کے غلام کا

واعظ

رہ گئی دل کی تمنا دل میں

مضامین وقت پر موصول نہ ہونے کی وجہ سے نورافشاں کا کرسمس نمبر حسب منشا ظاہر نہ ہو سکا لیکن انشاء اللہ آیندہ نمبر میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے نہایت عمدہ سے عمدہ مضامین صفحہ قرطاس پر چنے جائینگے کہ جس کی چاشنی لذت سے آپ سال بھر ہونٹ چاٹتے پھرینگے شوق سے انتظار کیجئے۔

ایڈیٹر

آج تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہُوا

لوقا ۲:۱۰

۲۵ دسمبر مسیحی دنیا میں نہایت خوشی اور شکر گذاری سے گذرتا ہے کیونکہ آج کے دن ہمارا منجات دہندہ تولد ہوا۔ آج کے دن وہ نجات کا قول پورا ہوا جس کا ذکر انبیاء کی کتب میں اکثر آتا ہے۔ جس طرح ہر ایک انسان کی سالگرہ پر خوشی کی جاتی ہے اسی طرح مسیح کی سالگرہ کا دن بھی خوشی و مسرت سے منایا جاتا ہے مسیح کی انتظاری یہودیوں کو مدت سے تھی۔ وہ اُس کی آمد کے منتظر تھے۔ مگر پھر اُنہوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ انہیں مطلقاً یہ یقین نہ تھا کہ وہ اس حال میں آئیگا وہ تو اُسے شہنشاہ شان و شکوہ کے ساتھ دیکھنے کے منتظر تھے۔ یہ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ ننگا بچہ جو آج کے دن چرنی میں رکھا ہے دنیا کا نجات دہندہ ہوگا کہ یہی ہے جو اصطبل میں بے خانمان پڑا ہے مسیح ہے۔ کون یہ باور کر سکتا تھا کہ یہی وہ شہزادہ ہے جس کی ہر کہ و مہ کو انتظار ہے۔ ان اشخاص کے خیالات دنیاوی تھے۔ اُنہوں نے اُسے دنیا کا شہزادہ سمجھا تھا۔ حقیقت اور خدا کے رازوں سے محض ناواقف تھے۔ وہ آسمان کی بادشاہت سے بے بہرہ تھے۔ پھر وہ کس طرح باور کرتے۔

غیر مذاہب کے اشخاص کو یقین نہیں آتا کہ واقعہ ممکن الوقوع ہے۔ وہ نہیں مان سکتے کہ وہ محتاج بالغیر ایسا قادر و قدوس کس کمزور و ناتوان بچہ کی صورت اختیار کرنی پسند کرے۔ کہ وہ لامحدود تھے کسی محدود شے کے پردہ میں ظاہر ہو۔ وہ جسکی قدرت بے حد اور فہم سے بالا ہے۔ وہ جو تمام دنیا پر قادر ہے وہ جو قادر مطلق کہلاتا ہے اس دنیا میں آکر ایسے حال میں ہے۔ اگرچہ ان کے خیالات درست ہیں مگر یہ ہونا ضرور تھا۔ ابتدائے آفرینش سے انسان کے دل میں خدائی جلوہ دیکھنے کی خواہش پائی گئی ہے۔ مہذب سے مہذب اقوام اور وحشی سے وحشی قبائل کے دل میں خدا کا احساس موجود رہا ہے۔ پس یہ لازمی امر تھا کہ کسی زمانہ میں اُن پر ظاہر ہوتا یہ بھی ضرور تھا کہ وہ انسان بنکر انسانوں پر ظاہر ہوتا کہ بتائے کہ انسانی زندگی کا معیار کیا ہونا چاہئے۔ ورنہ اگر یہ واقع ظہور پذیر نہ ہوتا اول تو نجات ناممکن ہوجاتی دوسرے انسان ہر ایک فعل کو ناممکن کہہ کر جان چھڑا لیتے پس اس نے انسان بنکر ہر شے کی تکمیل کی۔ مزید براں اُسکی اس قربانی سے محبت مترشح ہے۔ ہم آج اُسے ایک بچہ کی صورت میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ پرندوں کے واسطے آشیانے ہیں۔ شیر اپنی ماند میں پڑا ہے۔ مگر ابن آدم کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ شاید جس وقت مریم اور یوسف اپنا نام درج کرانے کے واسطے گئے تو اُس وقت شہر کی تمام سرائیں پُر ہو گئیں۔ اس لئے انکو جگہ نہ ملی۔ اُن پر کسی نے ترس نہ کھایا۔ آخر حیوانات کی دعوت قبول کی اور اصطبل میں ایک کونہ میں جگہ ملی۔ مریم اصطبل میں بیٹیا جنی۔ یہ وقت کیسا نازک اور دردناک ہوگا۔ مگر اے مریم یہی خورشید حق نما ہے۔ تھوڑی دیر پیشتر عرش پر تھا۔ مگر اب چرنی میں سکونت پذیر ہے۔ وہ لامحدود ہستی جس تک پہنچتے ہوئے عقل کے پر جلتے ہیں آج ایک جسم انسانی میں پڑا ہوا ہے۔ ایسا شہنشاہ جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک چرنی میں پیدا ہوا وہ جو سلاطین کا سلطان کہلاتا تھا۔ ایک کنج تنہائی میں بے دوست و غمخوار پڑا ہے ہاں یہی وہ بچہ ہے جس کی شیریں آواز ایک دن قبر سے مردوں کو باہر نکال دیگی۔ اندھوں کو بینائی عطا کرے گی۔ بیماروں کو شفا عنایت کریگی۔ اور بالآخر وہ خود صلیب پر ہوگا۔ اور لوگ مضحکہ اُڑائینگے۔ اور تیسرے دن قبر سے نکلکر اپنے نجات کے قول کو پورا کریگا۔ مگر آج ایک ننھا بچہ شیر مادر کے لئے روتا ہے۔ یہ شہنشاہ ہے۔ مگر محلات میں اسے جگہ نہیں۔ سلطنت کے درباروں میں اُسے کوئی پوچھتا نہیں۔ آج اُسکی عجز و انکساری پر غور

کرو۔ اس نے انسان کو فروتنی کا نمونہ دیا ہے۔ اُس نے اس حالت میں آکر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کے آگے امیر کبیر گدا و شہنشاہ سب برابر ہیں۔ وہاں مال و دولت جلال و حشمت شان و شوکت کی چنداں ضرورت نہیں۔

آج آسمان کے دروازے کھل گئے تاکہ فرشتے اُسکی تمجید کریں اور اس خوشخبری کا اعلان کریں۔ آج کے دن وہ گاتے ہوئے آئے۔ تاکہ ساکنان زمین کو نجات کا پیغام سنائیں۔ آج کیسی پاکیزہ رات ہے۔ چاروں طرف سناٹا ہو۔ آج ستارے معمول سے زیادہ چمک رہے ہیں ستاروں میں عجیب دلکش روشنی ہے۔ ہر طرف عالم سکوت ہے۔ درخت عالم سکوت میں بُت بنے کھڑے ہیں۔ ایسے سماں میں ایک جگہ بھیڑ کا جھنڈ نظر آتا ہے۔ گڈریے پاس بیٹھے آگ تاپ رہے ہیں۔ اُنہیں کچھ آواز آئی ڈر گئے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ آخر ایک نے آسمان کی طرف دیکھا۔ کچھ روشنی نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کہکشاں کی مانند چمک پڑی۔ وہ ڈر گئے۔ آخر اُنہوں نے فرشتوں کی نورانی صورت دیکھی۔ مگر وہ حیران تھے۔ ایک فرشتے نے اُن کی حیرانی کو دور کرنے کے لئے اپنی سریلی آواز میں کہا ڈرو نہیں۔ کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی خبر دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی۔ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے۔ یعنی خداوند مسیح اور اُس کا تمہارے لئے یہ پتہ ہے کہ تم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا چرنی میں پڑا پاؤ گے۔" ابھی فرشتے نے یہ کلام ختم ہی کیا تھا کہ سب نے اپنی شیریں آواز سے یہ گانا شروع کر دیا۔ "عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو۔ اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح" گڈریئے اُنکی شیریں کلامی سے ایسے متاثر ہوئے کہ وہ بیت اللحم کو چلے تاکہ اس کی قدمبوسی کر سکیں۔

یہ آواز مبارک ہے۔ ہم اس کو سن رہے ہیں مگر غور نہیں کرتے۔ فرشتوں کا پیغام کیسا لطیف ہے دیکھو وہ کیسے بلاتے ہیں۔ ہر ایک کو کہہ رہے ہیں۔ تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا وہ بلا امتیاز مذہب و قوم کے ہر ایک کو بلا رہے ہیں۔ فرشتوں کی خوشخبری کو خرافات نہ جانو بلکہ اس پر غور کرو۔ ہم سنتے ہیں مگر خیال نہیں کرتے۔ گڈریوں نے اسے سُنا اور فوراً عملدرآمد ہوئے۔ سنو کہ فرشتے کہہ رہے ہیں۔ تمہارے لئے ایک نجات دہندہ پیدا ہُوا ہے۔ عزیزو اُس پر ایمان لاؤ۔ اسی میں ہماری حیات اور زندگی ہے

پی۔ این۔ بھنوت از اجنالہ۔

بچہ کے کرسمس کی خوشی کا اظہار

"تاریکی نے اپنے سیاہ پر سمیٹے۔ ادھر بلبل نے بھی سیاہ پروں کو پھیلایا انگڑائی لی اور گھونسلے آشیانے سے نازک گردن کو اُٹھایا۔ سورج سے آنکھیں چار ہوئیں۔ شرماتی ہوئی اُڑی۔ تیر کی طرح ایک پھول پر جا بیٹھی شبنم سے ہاتھ منہ دھویا پھول کے رگ و ریشہ سے اپنی چھوٹی سی منقار تیز کرنے لگی پھول کی سرخ رنگت نے خون کا کام دیا۔ آخر بولی کیوں۔ آج بھی رونا۔ یہ آنسو کیسے۔ قطرات شبنم تو خاموش سے پھول بولا۔ غلطی پر ہو یہ آنسو نہیں ہیں۔ بلکہ موتی ہیں جو کہ صلح کے شہزادے کو بطور نذرانہ پیش کئے جائینگے

جب کچھ بس نہ چلا۔ تنگ کرنے کا بہانہ نہ ملا تو وہاں سے اُڑی دوسری ٹہنی پر جا بیٹھی بلبل تھی تو ہلکی۔ لیکن نزاکت سو ایسی جو ٹہنی بوجھ سے لچک گئی پھول قاتل کے سامنے جھک گیا۔ رو دیا۔ اُسکے قطرے آنسو بنکر ٹپکے بلبل نے کہا سناؤ آج اتنی کیوں پگھلے۔ تم نے حکم عدولی کی۔ گردن سامنے کرو۔ سرتن سے جدا کر دوں پھول نے ہچکیاں لیں قتل کے نام پر سُرخ گال زرد پڑ گیا۔ آخر بولا۔ مانا کہ حکم عدولی ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے ہی کھل گیا ہوں۔ لیکن سچ پوچھو۔ جو چاہو سو کرو۔ آج صلح کے شہزادہ کی آمد کی انتظار میں قبل از وقت بن سنور کر استقبال کے لئے کھڑا ہوں۔

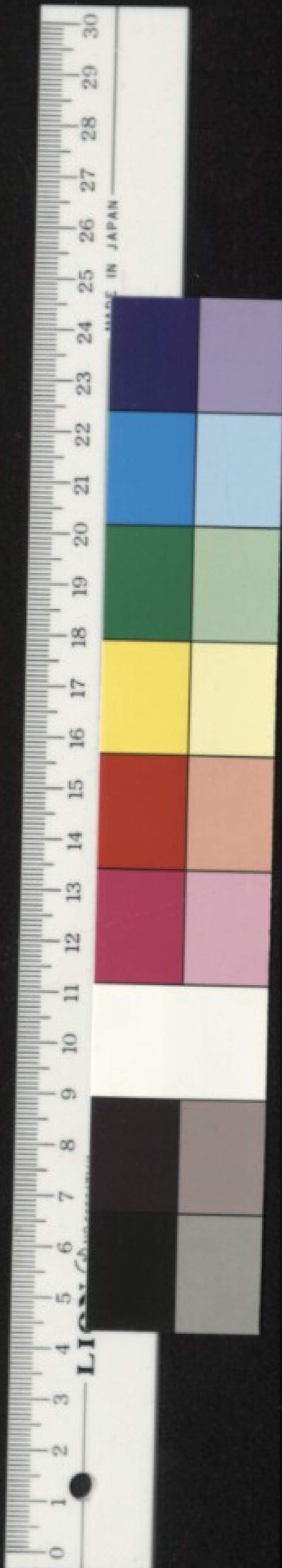
بلبل لاجواب ہوگئی۔ آگے بڑھی اور یہی سماں دیکھا۔ پانچ چھ پھول ایک ہی ٹہنی سے لٹکے ہوئے ہوا سے لاڈ چونچلے کر رہے تھے۔ ہوا بھی خوشگوار تھی۔ کبھی کسی پھول کو ہلاتی۔ کبھی کسی کو اُٹھاتی۔ جب بلبل پہنچی تو ہوا نے اس کے پروں کو بھی اُٹھایا۔ پروں نے جنبش کی۔ پھول کھلے بلبل خوشی میں پھولی نہ سمائی پھولوں کے اوپر پرواز کرنے لگی پھولوں نے سمجھایا کہ آج خیر نہیں۔ قاتل آ پہنچا۔ کچھ سہم گئے۔ لیکن ہوا کب باز آتی تھی۔ زور سے چلنا شروع کیا۔ ایک ایک پتے کو بوسے دیئے اور کہا ڈرو نہیں آج قاتل بھی رحم دل ہے۔ اسے بھی علم ہے کہ صلح کے شہزادے کی آمد کے رنگ میں بھنگ نہ ملائے۔

جب بلبل نے یہ سنا نیچے اُتری۔ ٹہنی پر آ بیٹھی ہر ایک پر بوسے کو چوما۔ زرگل کو منقار سے چن چنکر سنگار سجا۔ بن سنور کر بیٹھی۔ ہوا سے گلے لگی اور پھولوں سے بولی۔ گھبراؤ نہیں۔ مجھ میں بھی رحم کا مادہ ہے۔ آج کسی کو کچھ نہ کہونگی۔ یہ سنکر پھول اپنی اپنی جگہ سے سر کے سنبھلکر ہو بیٹھے۔ خوشی سے چہرے پر رنگت آئی۔ ہوا نے اپنا زور دکھایا۔ پتوں نے تالیاں بجائیں۔ ہوا کی سائیں سائیں نے باجے کا کام دیا۔ پھولوں کے ڈگمگانے سجاوٹ کی۔ اور بلبل نے صلح کے شہزادے کی آمد کی خوشی میں گانا شروع کیا۔

ماخوذ۔ ایڈیٹر رسالہ بچہ۔

کرسمس کے روز

آپ یہ بھی کوشش فرمائیں کہ نورافشاں کی اشاعت بڑھائی جاوے



پاکیزگی کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھے۔ لیکن نہ وہ آدمی رہے نہ وہ زمانہ۔ ساقیا عزاں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔ بیدا مغز عمایہ سلطنت اب اس سوال کو حل کرنے کی فکر میں ہوئے کہ کس طرح سلطنت کی خراب خستہ حالت کو بہتر بنایا جائے۔ بالآخر کارسازان سلطنت نے غور وخوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ روم کی سلطنت کی مضبوطی کا باعث ابتدا اسی سے مذہب اور امور دینی رہے ہیں اور چونکہ دینی امور سے غفلت کی جاتی ہو۔ لہذا سلطنت کی اندرونی حالت رو بہ تنزل ہے پس باعلم اور ہشیار اصحاب اب اس خیال کے درپے ہوئے کہ کسی نہ کسی طرح مذہب کو دوبارہ رونق دی جائے تاکہ سلطنت کی مشین جس کے پُرزے رسوم دینی کی غفلت کے باعث ڈھیلے پڑ گئے تھے پھر از سرِ نو کام دینے لگ جائیں۔ اس اہم کام کا بیڑا قیصر اگسٹس نے اُٹھایا اور اسی قیصر روم کے زمانے میں منجی کونین کی ولادت ہوئی۔ (لوقا ۲:۱)

قیصر اگسٹس نے امور دینی کو دوبارہ رونق دینے کے لئے دیوتاؤں کے مندر تعمیر کئے چنانچہ اُس نے اپالو۔ جولیس کوری ناس۔ جوپیٹر فریٹریس۔ جوو۔ منروا۔ جونو۔ جوپیٹر پرس لارس پنیٹیس وغیرہ دیوتاؤں اور دیویوں کے مندروں اور کپرکل کے مندر کو تعمیر کیا مفتوح ممالک کی لوٹ کا ایک بڑا حصہ ان مندروں کے لئے بطور جائداد وقف بھی کر دیا۔ ایشیا کے مندروں کی اشیاء بھی اس نے واپس کر دیا اور اس نے "سردار کاہن" کا خطاب اپنے لئے تجویز کیا۔ مورخ سوٹونیس ہم کو بتاتا ہے کہ اس قیصر نے بنیعورات کی کتب کو محفوظ کیا۔ مندر کے پجاریوں کی تعداد۔ آمدنی جائداد اور رتبہ کو بڑھایا۔ مندر کی "پاکیزہ عورات" کی تکریم کی پرانی دینی رسومات کو از سرِ نو تازہ کیا۔ مثلاً "رسم حفاظت" "جوپیٹر کی کہانت" "رسوم لپرکل" اور دیگر مقدس رسوم مدرسہ دینیات جس کی چھپائی سے اجلاس کا بیان آثار قدیمہ نے کھود نکالا ہے۔ اسی قیصر نے عیدوں

اور تہواروں کی رونق دوبالا کر دی اور ان امور میں یہاں تک حصہ لیا کہ خود توہمات میں پھنس گیا۔ رعد سے امان پانے کے لئے تعویذ استعمال کرتا تھا خوابوں کی تفسیر کے لئے منجمین ملازم تھے۔ سعد و بد ساعت اور سعید اور منحوس دنوں کا قائل تھا۔

مذہب اور دینیات صغیر سن بچوں تک کو سکھا دیئے گئے۔ مثلاً دودھ پیتے بچے کو "مقدس خوراک" کھلائی جاتی تھی پتھروں پر سے موم اس کے سامنے گرایا جاتا تھا اور لارس کی پوجا اُس سے کرائی جاتی تھی۔ "قسمت کی دیوی" کے آگے ماں ماتا کی ماری اپنے بچوں کے لئے دعائیں مانگتی۔ دایہ کی گود میں بچہ اُٹھایا جاتا اور وہ مقدس پتھر کو چومتا۔ اور بڑا ہو کر یہ دعا کرتا "اے میرے باپ دادوں کے لارس مجھ کو محفوظ رکھ۔ کیونکہ تم نے بچپن سے میری خبرگیری کی ہے۔" رسومات کی ادائیگی میں۔ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ میں۔ تعویذ گنڈے میں صبح شام ہو جاتی اور شام صبح ہو جاتی۔ اور لاتعداد معبودوں کی پرستش کی جاتی اگر کوئی شخص آوڈ کی کتاب فاسٹے یا طرطولین کی اپالوجی یا مقدس اگسطین کی کتاب "شہر خدا" سرسری نگاہ سے دیکھے تو وہ حیران ہو جائیگا۔ کہ کتنے معبودوں کی پرستش اس زمانہ میں کی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر جیسا ٹیوٹی لینا۔ پراسرا پینا۔ نوڈوٹس۔ واٹوٹینا۔ پاٹیلینا۔ ہیکرونس شرٹاو وغیرہ صرف ایک زراعت کے ہی دیوتے تھے اور باقی امور اور صیغہ ہائے زندگی کے ہزاروں معبود تھے۔ طرطولین نے سچ کہا ہے کہ "اس زمانہ میں شیطان اور اُس کے فرشتوں نے کل زمین کو معمور کر رکھا ہے" جنگلات کی دیوی۔ دیوتے۔ پانی کے۔ درختوں کے۔ کنوؤں کے غرضیکہ تمام قدرت اور قدرتی اشیاء کے علیحدہ علیحدہ دیوی دیوتے تھے۔ ہر ایک گھر کا علیحدہ دیوتا تھا جو اس گھر کی حفاظت کے لئے پوجا جاتا تھا۔ ہر قبیلہ اور گوت کا دیوتا ہوتا تھا۔ مردوں کی ارواح کی پرستش ہوتی۔ دیوتا۔ دیوتاؤں سے

جرائیں مانگی جاتیں۔ پرندوں کے اُڑنے سے۔ حیوانات کی انتڑیوں سے۔ مینہ سے۔ رعد سے۔ خوابوں سے شگون لے جاتے۔ یہاں تک کہ ایک مصنف لکھتا ہے۔ جہاں ہم جاتے ہیں توہمات ہمارا پیچھا کرتے ہیں۔ خواہ ہم کسی نجمی کی گفتگو سنیں۔ خواہ فال نکلوائیں۔ خواہ ہم قربانی کرتے ہوں۔ خواہ ہم کسی پرندے کو دیکھ پائیں۔ خواہ گرج کی آواز ہمارے کانوں میں آئے۔ خواہ ہم کچھ بھی کرتے ہوں ہمارے توہمات ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے اور رات کو بھی چین نہیں ملتا۔ کیونکہ نیند میں ہم خواب دیکھتے ہیں اور پھر ہمیں خوابوں کی بھی تفسیر کرنی پڑتی ہے اور وہاں بھی ہمیں تسکین قلب نہیں ملتی۔

لیکن شائد کوئی ناظر مضمون یہ کہے کہ عوام الناس ہمیشہ توہمات میں مبتلا رہتے ہیں۔ پس ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ نہ صرف عوام الناس بلکہ ذی عقل صاحب ہوش مردی بھی اپنے مذہب کو ترازو میں تول چکے تھے اور اُن کو بھی تسکین قلب حاصل نہ ہوئی۔ اُن کے آبائی دیوتا جوپیٹر کی پرستش بھی از سرِ نو تازہ کی گئی اور اس کا اقتدار یہاں تک بڑھایا گیا کہ ستوئیقی فلاسفر نے اس کو موجودوں کا اکیلا معبود قرار دے دیا۔ لیکن اس کی جگہ بھی غیر اقوام کے دیوی دیوتوں نے غصب کر لی۔ کیونکہ "اکیلے واحد معبود" کا صرف نام ہی نام تھا اور اس کی پرستش میں دیویوں کے احساسات کو جوش نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ایشیا ہی کو چک سے سیبیل دیوی روم میں لائی گئی۔ اور شہر کے معبودوں میں شمار کی گئی۔ اس کو "ماں عظیمہ" کا خطاب دیا گیا۔ کیونکہ یہ پیدائش اور فراخیل کی دیوی تھی۔ لہذا کیا عورت کیا مرد۔ تمام انسان اس کی پوجا کرتے۔ اس کی عبادت میں بے حد لذت لیتے۔ اس کے بت کا جلوس دیار و امصار میں نکالتے اور اس کے آگے آگے ڈھول باجے۔ تالیاں۔ سنکھ بجاتے جاتے۔ اسلم بردار جلوس کے ساتھ ساتھ ہوتے اور لوگ بے انتہا زر اس پر نثار کرتے

اُس کے آگے چڑھاوے چڑھاتے۔ اُس کے پُجاری خصی ہوتے تھے اور اپنے بدن کو چھریوں سے گھائل کرتے اور حالتِ وجد میں کودتے اور چلاتے تھے۔ ملک مصر کے معبود آئسس اور سیراپیس اور اُن کے سنگ انوبس کی پرستش بھی روم میں شروع ہو گئی۔ اور جولیس سیزر کے جانشینوں نے عوام کو خوش کرنے کے لئے ان معبودوں کے لئے مندر بھی بنوا دیئے۔ آئسس دیوی کی پرستش عورات میں عام تھی۔ ہر صبح و شام عورتیں کھلے بال اُس کے آگے دعا کرتیں۔ اُس کی حمد کرتیں۔ بعض دفعہ پرستاروں کو حکم ہوتا کہ جاڑوں کے موسم میں دریائے ٹائیبر میں کھڑے رہیں بعض دفعہ حکم ہوتا کہ مصر سے پوتر پانی روم میں لائیں مرد و عورات آئسس اور سیراپیس کے مندروں میں جا کر سوتے۔ تاکہ خواب کے ذریعہ وہ ان معبودوں کی رضا دریافت کریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئسس کا مندر بدکار عورات کا محکم قلعہ بن گیا۔

معبودوں کی پرستش از سرِ نو قائم ہو گئی۔ غیر ممالک کے دیوی دیوتا بھی روم میں راج کرنے لگ گئے۔ لیکن بدکاری اور اخلاق پرستی بھر انتہ پڑا۔ برعکس اسکے "مادرِ عظیمہ" اور آئسس وغیرہ کی پرستش لوگوں کے جذبات کو بھڑکاتی تھی۔ ان معبودوں کی پرستش سے جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے ڈر اور خوف کے مارے بے چینی ہر وقت دامنگیر رہتی تھی اور تعلیم یافتہ طبقہ کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ مشہور رومی دہریہ مصنف لکریشس لکھتا ہے۔ "ہائے بد قسمت آدمزاد۔ انسانی زندگی کو مذہب نے اپنے پاؤں تلے روند رکھا ہے۔ آرامِ قلب اور اطمینانِ دل کسی کو میسر نہیں۔"

سلطنت روم کے طبیبوں نے اپنی سلطنت کے اندرونی مرض کی تشخیص کر کے یہ قرار دیا کہ دینی امور آبائی مذہب اور رسومات اور مذہب کو ترک کرنے کی وجہ سے مرض بڑھ گیا ہے۔ پس قیاصرہ روم اس مریض کے خود معالج بنے۔ دوا دارو میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

عوام الناس اور تعلیم یافتہ طبقات دن رات بے چین رہتے تھے۔ آرامِ جان۔ تسلیِ دل۔ اطمینانِ قلب کسی کو حاصل نہ ہوا۔

قیصر آگسٹس کی موت سے اٹھارہ سال پہلے دنیا میں طبیبِ حاذق پیدا ہوا۔ جو تندرستوں کے لئے نہیں بلکہ بیماروں کے لئے آیا۔ اُس نے علی الاعلان اپنی زبانِ معجز بیان سے فرمایا: "اے تھکے ہوئے اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں آرام دونگا۔" روم کی سلطنت نے اس طبیب حاذق کی نہ سنی۔ اُسے مصلوب کر دیا۔ اُس کے پیرووں کو حقیر جان کر پاؤں تلے روند ڈالا۔ قیاصرہ نے اپنی سلطنت کا پورا زور لگا دیا۔ کہ اس کا نام اس دنیا سے مٹا دے۔ کشت و خون کے دریا بہا دیئے گرجے ڈھا دیئے۔ انجیلیں جلا دیں۔ مگر مسیحائی یہی کہتے تھے ؎

مست ہیں جس مے سے ہم اُس مے کا پیمانہ نہیں
منتِ ساقی نہیں غوغائے میخانہ نہیں۔

قیصر جولین نے خداوند مسیح کے برخلاف احکام نافذ کئے اُس کے برخلاف جنگ کی۔ لیکن دمِ واپسیں اُس کے منہ سے یہی سنا گیا ہے "اے ناصری تو فاتح ہوا"۔ آخر سلطنت نے خداوند مسیح کی گود میں آ کر آرام حاصل کیا ؎ رہروِ تشنہ لب نہ گھبرانا۔ اب لیا چشمۂ بقا تو نے

برکت اللہ۔ از نارووال۔

بڑا دن مبارک ہو

از قلم چارلس مسیح معرفت ہیبرلین اینڈ کو دی مال راولپنڈی

بڑا دن مبارک ہو خرد و کلاں کو
بڑا دن مبارک ہو پیر و جواں کو
بڑا دن مبارک ہو ہر ناتواں کو
بڑا دن مبارک ہو ہر نیم جاں کو
زمیں کو مبارک ہو اور آسماں کو
مبارک مبارک ہو سارے جہاں کو
جو نالاں ہیں عصیاں سے اُنکو مبارک
مبارک گنہگاروں اور عاصیاں کو
مہ و مہر کو ہو مبارک مبارک
مبارک ستاروں کو اور کہکشاں کو
مبارک فرشتوں کو اور قدسیوں کو
مبارک مبارک شہ دو جہاں کو
مبارک ہو بھیڑوں کو آیا گڈریا
مبارک مبارک ہو ہر پاسباں کو
گلوں کو مبارک ہو اور بلبلوں کو
مبارک گلستاں کو اور بوستاں کو
مبارک ہو گلشن کو اور ہر چمن کو
مبارک مبارک ہو ہر باغباں کو
بہار آئی عالم میں ہو وے مبارک
نہیں ہے جگہ اب جہاں میں خزاں کو
مبارک خدا کو مبارک خدا کو
دیا جس نے فرزند سارے جہاں کو
اُسی کو مبارک اُسی کو مبارک۔
کیا ہو عیاں جس نے رازِ نہاں کو
مبارک ہو مریم کو بیت اللحم کو
مبارک کمیں کو مبارک مکاں کو
مبارک رعیت کو اور دلیرا کو
مبارک شہنشاہ برٹن کلاں کو
مرے دیش اور قوم کو ہو مبارک
مبارک ہو سارے ہی ہندوستاں کو
صدا چاروں جانب سے آئی ہے پیہم
مبارک مبارک ہو ہر انس و جاں کو
مبارک مبارک ہو مہمانوں کو۔ مبارک مبارک ہو ہر میزباں کو
ہمیں بھی مبارک تمہیں بھی مبارک۔ مبارک سو چارلس کے ہر مہرباں کو

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا